# وحی الٰہی، ایک جائزہ

علامہ شیخ محسن علی نجفی

لغت میں وحی نہایت تیزی سے دیے جانے والے اشارے کو کہتے ہیں، (اصل الوحی الاشارة السریعة راغب)
اور شرعی اصطلاح میں بھی لغوی معنی کا لحاظ رکھا گیا ہے چنانچہ وحی نہایت پوشیدہ اور تیزی سے اطلاع کو کہتے ہیں ۔
ارشاد الٰہی ہے :

**وما کان لبشر ان یکلمه اللّٰه الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنه ما یشاء واللّٰه علی حکیم** (۱)

کوئی بشر اللہ سے ہم کلام نہیں ہوتا مگر بذریعہ وحی یا پس پردہ، یا کسی فرستادہ کو بھیج کر، وہ اس کے حکم سے جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے اور وہ بہت بلند وبالا اور حکمت والا ہے ۔

اس آیہ شریفہ میں اللہ کا کسی انسان سے ہم کلام ( **یکلمه اللّٰه**) ہونے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں ۔

۱ ۔ کلام بذریعہ وحی

۲ ۔ کلام پس پردہ

۳ ۔ کلام بذریعہ فرستادہ

پہلی صورت میں اللہ اپنے بندے کے ساتھ براہ راست بات کرتا ہے نہ بذریعہ حجاب' نہ بذریعہ فرستادہ ۔

دوسری صورت میں (پردہ) کے توسط سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے مگر یہاں (پردہ) کو وحی میں کوئی دخل نہیں ہے ' پس پردہ کلام کرنا بھی وحی ہے مگر یہ وحی بالحجاب ہے حجاب کی قید زائد ہے درخت کے ذریعہ کلام کرنا اور خواب میں حکم خدا کا ملنا وحی بالحجاب میں شامل ہے۔ بعض نے درخت کے ذریعہ کلام کرنے کو براہ را ست وحی خیال کیا ہے جو اشتباہ ہے چونکہ درخت اور خواب اللہ اور بندے کے درمیان حجاب ہے ۔

تیسری صورت میں اپنے فرستادہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے ہم کلام ہوتا ہے یہ بھی وحی ہے مگر اس میں فرستادہ کی قید ہے اور اس مرتبہ فرستادہ کو وحی میں دخل ہے **(فیوحی باذنہ)** بحکم خدا یہ فرستادہ وحی کو پہنچاتا ہے ۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں دیگر معنوں کے لیے بھی لفظ وحی استعمال ہوا ہے ۔

۱ ۔ فطری الہامات کے پوشیدہ اشارے ۔

چنانچہ ارشاد فرمایا :

**واوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ** ؟ (تفسیر حوالہ)

ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی کہ وہ اس (اپنے بچے) کو دودھ پلائے ۔

**واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون** (۲)

اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ تو پہاڑوں میں

گھر بنالے ، درختوں میں اور جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں ۔

۲ ۔ شیطانی وسوسے ۔

**ان الشیطان لیوحون الی اولیائهم لیجادلوکم** (۳)

شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ جھگڑا کریں

۳ ۔ فرشتوں کو ملنے والا حکم ۔

**اذ یوحی ربک الی الملائکه انی معکم** (۴)

(یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں کو وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

## وحی کی امکانی صورت

جو لوگ مادیت کی ظلمتوں اور محسوسات کے تنگ دائرے میں رہ کر سوچنے کے عادی ہیں اور ماوراء مادہ کے ذوق سے محروم ہیں وہ وحی کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہیں۔ چونکہ وحی عام انسانوں کے لئے نامحسوس ہے اس لئے یہ لوگ وحی کے منکر ہوگئے ۔ حالانکہ ہر روز ہمارے اردگرد سینکڑوں واقعات ایسے رونماء ہوتے ہیں جو محسوسات پر مبنی نہیں ہوتے لیکن ان کو ہم تسلیم کرتے ہیں ۔ بعض جاندار اشیاء بھی ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے نامرئی اور غیر محسوس ادراکات ہمارے لئے ناقابل فہم ہیں اس سلسلے کی سینکڑوں مثالوں میں سے ہم صرف ایک مثال پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں ۔

ایک خاص قسم کی سمندری مچھلی کی عمر جب پانچ سال کو پہنچ جاتی ہے تو مصر کے دریائے نیل سے نکل پڑتی اور بحر ابیض سے ہوتی ہوئی محیط اٹلس کو عبور کرتی ہے اور دو ہزار میل سے زائد سفر کرکے (برمودا) کے قریب گہرے سمندروں تک پہنچ جاتی ہے، جہاں یہ مچھلی امریکہ کے دریاؤں سے آنے والی مچھلیوں سے مل جاتی ہے، پھر سمندر کی

گہرائی میں اتر کر یہیں اس جگہ انڈے دیتی ہے جہاں نمک ۳۵ ﷼ ہو اور سطح سمندر ۱۲۰۰ گز گہری ہو' یہ دو باتیں اس کے انڈوں کے زندہ رہنے کے لئے ضروری ہیں۔ چنانچہ انڈے دینے کے بعد یہ مچھلی مرجاتی ہے۔

بچے جب انڈوں سے نکل آتے ہیں تو نہایت قابل تعجب بات یہ ہے کہ وہ بچے جن کی مائیں افریقہ یا یورپ سے آئی ہوں وہ وہاں جاتے ہیں اور جن کی مائیں امریکہ سے آئی ہوں وہ امریکہ کے دریاؤں کا رخ کرتے ہیں اور دو ہزار میل سے زائد سفر دو سال میں طے کر کے اپنے وطن پہنچتے ہیں۔

ان بچوں کو اپنی بن دیکھی ماؤں کے وطن کا کیسے پتہ چلا جو دو ہزار میل سے زائد کے فاصلہ پر موجود ہے اور انہیں کس نے راہ دکھائی' کیا مچھلی کے ان بچوں کا ادارک ہمارے لئے قابل فہم ہے ؟

اس کے علاوہ بعض جانور ایسے ہوتے ہیں جو ہائیڈروجن ایٹم کے نصف حصہ پر ہونے والی حرکت محسوس کرتے ہیں۔

خود انسان میں بھی ایسی لامتناہی قوت پوشیدہ ہے جس کا اجمالی علم انسان کو اب حاصل ہوا ہے چنانچہ عالمی شہرت یافتہ ماہر نفسیات ا لیکسس کاریل اپنی کتاب "نامعلوم انسان"(THE UNKNOWN MAN) عربی ترجمہ **(الانسان ذلک المجهول)** میں لکھتے ہیں :

افرا کی زمان ومکان میں حد بندی صرف ایک مفروضہ ہے

یہ بھی اک عیاں حقیقت ہے کہ انسان میں ایک طاقت نہاں ہے جس کے ذریعہ عام انسان بھی ایک دوسرے سے غیر مرئی اور غیر مادی رابطہ قائم کرسکتا ہے' یعنی بغیر کسی مادی وسائل اور حواس خمسہ کے براہ راست دماغ میں ایک مطلب ڈال دیا جاتا ہے جسے دماغی لہریں کہتے ہیں ۔

مادہ پرستوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مادہ کے دائرہ میں رہ کر ثابت کریں اور صرف مادی چیزوں کے بارے میں اپنا نظریہ بیان کریں ۔غیر مادی امور میں دخل دینے کا ان کو حق نہیں پہنچتا کیونکہ جب وہ محسوسات کے علاوہ کسی چیز کو تسلیم نہیں کرتے ہیں تو غیر محسوسات کے بارے میں "نفیا" و "اثباتا" یہ لوگ نظریہ قائم نہیں کرسکتے یعنی جہاں یہ لوگ

وحی کو قبول نہیں کرتے ہیں سوہاں وحی کی نفی بھی نہیں کرسکتے کیونکہ اگر ان لوگوں نے وحی کی نفی کی تو یہ غیر مادی امور میں دخل اندازی ہے جس کے یہ لوگ خود قائل نہیں ہیں ۔

## انکار وحی کی دوسری صورت

وحی کے انکار کرنے والے دوسرے لوگ اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں :

چونکہ محمدؐ ایک یگانہ روزگار فرد تھے اپنے تاریک معاشرہ اور اس کے انحطاط اور ظلم واستحصال سے سخت نالاں تھے وہ ہمیشہ یہ سوچتے تھے کہ اس قوم کو جو ذلت ورسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں گری ہوئی ہے کیسے نجات دلائی جائے ۔چالیس سال تک وہ اس ظالم اور تاریک معاشرے سے دور رہے۔ ایک غار میں بیٹھ کر سوچتے رہے اور آئندہ کی منصوبہ بندی کرتے رہے ۔محمدؐ اپنے ان پاک افکار کو وحی تصور کرتے، من جانب اللہ قرار دیتے اور اپنے خیر خواہ نفس کو جبرئیل کا نام دیا کرتے تھے ۔

ان میں سے جو وجود کے بھی منکر ہیں وحی، ثواب، عذاب، جنت وجہنم کو "مذہبی سیاست" کہتے ہیں اور ان تمام تعلیمات کو "دروغ مصلحت آمیز" سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ پرانے زمانے کے لوگ خرافات پسند تھے اس لئے انبیاء نے انہی خرافات کو اصلاح کا ذریعہ بنایا ۔

لیکن خود قرآن مجید اس امکان کو رد کرتا ہے کہ قرآن غیر خدا کا کلام ہوسکتا ہے۔

وما كان هذا القرآن ان يفترى من دون الله ولكن تصديق الذى بين يديه وتفصيل الكتاب لاريب فيه من رب العالمين ام يقولون افتريٰه قل فاتو بسورة مثله وادعوا من استطعتم من دون الله ان كنتم صادقين (٥)

یہ قرآن غیر اللہ سے صادر شدہ افترا کیا ہوا نہیں ہے بلکہ سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور احکام خدا کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے پروردگار عالمین کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ

یہ کہتے ہیں کہ اس کو افترا کیا ہے (اے رسول) کہہ دیجئے تو پھر تم اگر سچے ہو

تو اس جیسا ایک سورہ بنالاؤ اور اس مقصد کے لیے اللہ کے علاوہ جس کو چاہو

بلا لاؤ۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

**قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون**

**بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا"** (۶)

کہہ دیجئے اگر تمام انسان اور جنات اس جیسے ایک قرآن بنانے کے لیے جمع

ہو جائیں تو بھی وہ نہیں لا سکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن

جائیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

**وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا**

**شھدائکم من دون اللہ ان کنتم صادقین**(۷)

اور اگر تمہیں اس بارے میں کوئی شبہ ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے

تو تم بھی اس کا ہم پلہ ایک سورہ بنالاؤ اگر تم سچے ہو تو اللہ کے علاوہ اپنی

حمایتیوں کو بھی بلا لاؤ۔

نیز ارشاد فرمایا:

**افلا یتدبرون القران ولو کان من عند غیراللہ لوجدوا فیہ اختلافا**

**کثیرا"** (۸)

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف

سے ہوتا تو اس میں بکثرت اختلافات پایا جاتا۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس وقت ہمارے پاس خطبات اور کلام رسول محفوظ ہیں اور قرآن بھی ہمارے سامنے ہے دونوں اسلوب سخن انداز کلام ہمارے سامنے ہیں ادب میں ایک ادنی سے مقام رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ دونوں کلام ایک ہی شخص کا کلام ہے یا نہیں۔ جبکہ قرآن مجید اور کلام رسول میں آسمان و زمین کا فرق ہے دونوں کا اسلوب سخن جدا ہے اگر (معاذاللہ) قرآن کلام خدا نہ ہوتا اور خود محمدؐ نے بنایا ہوتا تو لازماً" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلوب سخن کی چھاپ قرآن میں نظر آتی۔

## وحی اور روح

سولہویں صدی تک تو مغربی دنیا وحی کی قائل تھی مگر سائنسی ترقی کے بعد وحی کو خرافات میں شمار کرنے لگی۔ رفتہ رفتہ وحی کے ساتھ روح کے وجود کی بھی منکر ہوگئی اور اس طرح وحی اور روح کے انکار کو سائنسی ترقی کا شعار قرار دیا گیا۔

بعد میں امریکہ میں تحقیقات کے نتیجہ میں وجود روح کے آثار ظاہر ہونے کی وجہ سے نظریہ روح نے دوبارہ قوت حاصل کی اور ساتھ وحی کا تصور بھی قابل توجہ قرار پایا۔

## وحی کا ادراک

رسول کریم کے لئے وحی کا ادراک ایک وجدانی کیفیت ہے۔ جس میں شک وتردید اشتباہ اور غلطی کا شائبہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ رسول کریم عینی مشاہدہ اور محسوسات سے زیادہ واضح طور پر وحی کا اپنے پورے وجود کے ساتھ ادراک کرتے تھے۔

جیسا کہ عام انسان اپنے وجود اپنے شعور اور اپنے وجدانیات میں شک وتردید کے شکار نہیں ہوتے۔ رسول کریمؐ کے لئے وحی کا مسئلہ اس سے بھی واضح تر ہے۔اگر بفرض محال انسان عاقل اپنے وجود کے بارے میں کسی شک وتردد

کا شکار ہو سکتا ہے تو بھی رسول کریمؐ وحی کے سلسلے میں کسی شک و تردید کے مرتکب ہو ہی نہیں سکتے ۔

چنانچہ ارشاد الہٰی ہے :

**نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین (۹)**

یعنی جبرئیل نے آپ کے قلب پر اتارا تاکہ آپ ان کو نصیحت کریں ۔

نیز ارشاد ہے :

**فاوحی الی عبده ما اوحی ماکذب الفواد مارای افتما رونه علی ما یری**

(۱۰)

اللہ نے اپنے بندے پر جو وحی کرنا تھی کر دی جو کچھ مشاہدہ کیا قلب رسولؐ نے اشتباہ نہیں کیا کیا تم اس چیز میں رسول کے ساتھ نزاع کرتے ہو جس کا انہوں نے خود مشاہدہ کیا ؟

## قلب کی تعریف :

انسان کے اندر مختلف اور متعدد پہلو و جہتیں ہیں اور یہ جہتیں ایک ہی مرکز کے ساتھ مربوط ہیں حتی عقل بھی انہیں جہتوں میں سے ایک ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مرکز سے مربوط رہے۔ اس مرکز کو قرآن نے (قلب) کہا ہے قلب یعنی نفس اور روح ۔

لہٰذا قلب رسول پر وحی نازل ہونے کا مطلب یہ نکلتا ہے۔ وحی کو رسول کریم ﷺ علم حضوری کے طور پر اپنے وجود سے ادراک کرتے تھے۔ محسوسات کی طرح صرف جو اس سے نہ معقولات کی طرح صرف عقل سے ۔بلکہ ان دونوں سے واضح اپنے پورے وجود سے وحی کو حاصل کرتے تھے یعنی رسول اکرمؐ کو جیسا اپنے وجود کا ادراک ہوتا تھا اس سے بھی واضح اور بین طور پر وحی کا ادراک ہوتا تھا ۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب ابتداء میں وحی نازل ہورہی تھی اس وقت حضرت موسیٰ کو بتایا جاتا ہے

کہ یہ وحی اللہ کی جانب سے ہے۔

**وانا اخترتک فاستمع لما یوحی اننی انا اللہ لاالہ الا انا۔۔فاعبدنی (۱۱)**

میں نے تم کو انتخاب کیا ہے جو وحی نازل ہوجائے اسے سنو بے شک میں ہی

خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میری عبادت کرو۔

نیز اس بات کو باور کرانے کے لئے وحی اللہ کی طرف سے ہے اور حضرت موسیٰ کو رسول بنایا جارہا ہے پہلے خود حضرت موسیٰ کو دو نشانیاں دکھائیں۔ عصاء کا اژدھا بن جانا اور (ید بیضاء)

لیکن حضرت رسولؐ پر ابتداء میں جب وحی نازل ہوئی تو کسی شواہد و آیات کی ضرورت پیش نہ آئی۔ بلکہ انی انا اللہ کہنے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی۔ صرف حکم ہوا:

**اقراء باسم ربک (۱۲)**

اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو۔

یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ بات کرنے والے کو مخاطب اگر نہیں جانتا تو بات کرنے والا پہلے اپنا تعارف کراتا ہے پھر بات شروع کرتا ہے اور اگر مخاطب بات کرنے والے کے سامنے ہمیشہ حاضر ہو تو تعارف کے بغیر صرف حکم صادر فرماتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

**ولقد سمعت رنۃ الشیطان حین نزول الوحی علیہ صلی**

**اللہ علیہ وآلہ وسلم**

## وحی کی قسمیں

۱۔ خواب: وحی سچے خواب سے شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: **رؤیا الانبیاء وحی** یعنی انبیاء کا خواب وحی ہے۔ البتہ قرآن خواب کی صورت میں نازل نہیں ہوا کرتا۔

۲ ۔۔ جبرئیل : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

ان جبرائیل کان اذا اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یدخل حتی یستاذن واذا دخل علیہ قعد بین یدیہ قعدۃ العبد (۱۳)

یعنی جب جبرائیل رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اجازت لے کر داخل ہوتے اور داخل ہونے کے بعد آپ کے سامنے ایسے بیٹھ جاتے جیسے ایک غلام بیٹھ جاتا ہے ۔

۳ ۔۔ براہ راست: اکثر وحی براہ راست قلب رسولؐ پر نازل ہوا کرتی تھی جب آپ براہ راست اللہ سے ہم کلام ہوجاتے تو آپ کا رنگ متغیر ہوجاتا۔ آپ پر غشی طاری ہوجاتی اور عرق میں شرابور ہوجاتے ۔ جو لوگ اس وقت حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو ان پر بھی ایک عجیب سی ہیبت طاری ہوجاتی اور سرجھکائے خاموش بیٹھے رہتے ارشاد الہی ہے : انا سنلقی علیک قولا ثقیلا (۱۴)

نزول وحی کے وقت حضور جس حالت استغراق میں آئے تھے اس کو دشمنان اسلام علی الخصوص مستشرقین نے حضور کی رسالت کو خدشہ دار بنانے کی ناکام کوشش کی اور کہا : محمد مرگی کی بیماری میں مبتلا تھے اور جب ان کو اس بیماری کا دورہ پڑتا تھا ہوش اور شعور سے محروم ہوجاتے' پسینہ میں شرابور ہوجاتے' منہ سے جھاگ نکلتا پھر جب ہوش میں آجاتے تو اپنے مریدوں سے کہتے کہ مجھ پر وحی نازل ہورہی تھی اور کچھ باتیں ان کو سنا دیتے ۔

وشھد شاھد من اھلھا ۔ خود مستشرقین میں سے ایک شخص اس شبہ کا جواب دیتا ہے ۔

سرولیم میور اپنی کتاب (حیات محمد) میں لکھتے ہیں : وحی کی حالت جو محمدؐ پر طاری ہوجاتی تھی اس کی غلط توجیہ رنا علمی اور سائنسی لحاظ سے ایک فاحش غلطی ہے کہ مرگی کے بیمار پر جب دورہ پڑتا ہے تو اس اثنا میں اس کا قوت حافظہ سرے سے کام چھوڑ دیتا ہے اور اس کو کچھ یاد نہیں رہتا کہ اس دوران اس پر کیا گذری؟ کیونکہ اس دوران میں فکر وشعور ماند پڑجاتے ہیں یہ وہ باتیں ہیں جو اس مرض کے بارے میں سائنس کی رو سے معلوم ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک بات بھی رسول عربی کو اثنائے وحی عارض نہیں ہوتی تھی۔

بلکہ اس دوران مین ان کے پورے حواس بطور احسن کام کرتے تھے کہ ایسا کبھی دیکھا نہیں گیا اور پھر جو وحی نازل ہوتی تھی اسے اپنے اصحاب کے لئے بیان کرتے تھے ۔ (۱۵)

## آغاز وحی

اس بات میں کسی شک وتردید کی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن کا نزول ماہ مبارک رمضان کی شب قدر کو ہوا ہے جیسا کہ خود قرآن میں ہے : **شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن** (۱۶)

لیکن دو باتیں قابل توجہ ہیں

۱ ۔ علمائے امامیہ میں اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول کریم ماہ رجب میں مبعوث رسالت ہوئے اور آغاز وحی اور آغاز بعثت ایک ہی وقت میں قابل تصور ہے ۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ آغاز وحی اور بعثت کا ایک ہی وقت میں ہونا ضروری نہیں مین ممکن ہے کہ وحی کے نزول کا سلسلہ پہلے شروع ہوچکا ہو اور ابھی مبعوث رسالت نہ ہوئے ہوں ۔ چنانچہ نزول قرآن اور بعثت کے درمیان ایک وقفہ موجود تھا۔ اس دوران میں آپ پر وحی نازل ہوتی تھی مگر تبلیغ کا حکم بعد میں ملا۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ کو تبلیغ رسالت کا حکم ملا

**فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین** (۱۷)

جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے صاف صاف سنا دے اور مشرکین کی پروا نہ کرے ۔

۲ ۔ قرآن کا نزول ۲۳ سالوں پر محیط ہے۔ تو قرآن صرف ایک رات میں نازل ہونے کا کیا مطلب ہے ۔

جواب یہ ہے : کہ قرآن قلب رسول پر شب کو نازل ہوا ہے یعنی علم قرآن رسول کریم کو بیک وقت دیا گیا۔ البتہ قرآنی آیات کی تبلیغ وارشاد کے لئے بذریعہ وحی تازہ احکامات مل جایا کرتے تھے ارشاد الٰہی ہے :

**وقران فرقناه لتقراه علی الناس علی مکث ونزلناه تنزیلا** (۱۸)

اور قرآن کو ہم نے جدا جدا رکھا ہے تاکہ آپ لوگوں کے پاس رک رک کر پڑھیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں : شب قدر کو نزولِ قرآن کا مطلب آغاز نزول ہے چنانچہ ہر اہم واقعہ کا آغاز بھی اہم سمجھا جاتا ہے۔

## مکی ومدنی

آیات اور سورتوں کے مکی اور مدنی ہونے کی کیا اساس ہے ؟ اس میں تین نظریے ہیں ا۔ مدینہ پہنچنے سے پہلے نازل شدہ آیات اور سورتیں (مکی) ہیں اور مدینہ پہنچنے کے بعد کی آیات اور سورتیں (مدنی) ہیں۔

اس نظریہ کے مطابق ہجرت سے پہلے نازل شدہ آیات خواہ وہ مکے میں نازل ہوئی ہوں یا غیر مکہ میں یا اثنائے ہجرت مکہ ومدینہ کے درمیان میں نازل ہوئی ہوں سب (مکی) قرار پائیں گی۔

مدینہ پہنچ جانے کے بعد نازل شدہ آیتیں (مدنی) قرار پائیں گے خواہ مدینہ میں نازل ہوئی ہوں یا سفر میں اور جنگوں میں حتی کہ فتح مکہ کے موقع پر' حجتہ الوداع کے موقع پر خود مکہ میں نازل شدہ سورتیں (مدنی) قرار پائیں گی۔

۲۔ جو آیات وسورتیں مکہ اور اس کے آس پاس خواہ ہجرت کے بعد ہی کیوں نہ نازل ہوئی ہوں وہ (مکی) ہیں اور جو مدینہ اور اس کے آس پاس نازل ہوئی ہوں وہ (مدنی) ہیں اور جو ان دونوں شہروں سے دور علاقوں میں نازل ہوئی ہیں وہ نہ مکی ہیں نہ مدنی۔

۳۔ جن آیتوں سے اہل مکہ کو مخاطب ٹھہرایا گیا ہے وہ (مکی) ہیں اور جن سے مدینہ والوں کو مخاطب قرار دیا ہے وہ (مدنی) ہیں۔ مکہ میں نازل ہونے والی آیتوں کا آغاز یا ایہا الناس سے ہوتا ہے کیونکہ اکثر اہل مکہ کافر تھے اور مدینہ میں نازل ہونے والی آیتوں کا آغاز یا ایہا الذین امنوا سے ہوتا ہے کیونکہ مدینہ میں ایمان والوں کی اکثریت تھی۔

مکی ومدنی کے لئے جو اساس بنایا گیا ہے اس میں مختلف نظریات قائم ہونے کی وجہ سے بہت سی آیات کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے محققین کے نزدیک ان میں پہلا نظریہ صائب اور قریب بہ حقیقت ہے۔

# حوالہ جات


(۱) ✻ الشوریٰ : ۵۱ (۲) ✻ النحل : ۶۸

(۳) ✻ الانعام : ۱۲۱ (۴) ✻ الانفال : ۱۲

(۵) ✻ یونس : ۳۸ (۶) ✻ بنی اسرائیل : ۸۸

(۷) ✻ البقرۃ : ۲۳ (۸) ✻ النساء : ۸۲

(۹) ✻ الشعراء : ۱۹۳ (۱۰) ✻ النجم : ۱۲

(۱۱) ✻ طہٰ : ۱۴ (۱۲) ✻ العلق : ۱

(۱۳) ✻ الشیخ طوسیؒ الامالی، بحار الانوار : ج۶۴ ص۱۱ (۱۴) ✻ المزمل : ۵

(۱۵) ✻ تاریخ القرآن، ص۲۱، تالیف : محمد حسین علی الصغیر (۱۶) ✻ البقرۃ : ۱۸۰

(۱۷) ✻ الحجر : ۹۴ (۱۸) ✻ بنی اسرائیل : ۱۰۶


✻ ✻ ✻